سید محمد کفیل بخاری

بیادِ جانشینِ امیر شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری قدس سرہ

فخر ہوتا ہے قبیلے کا سدا ایک ہی شخص

پانچویں یومِ وصال ۲۴۔ اکتوبر کے موقع پر ایک تاثراتی تحریر

کوئی بھی بڑی شخصیت بجا طور پر اپنے خاندان، قبیلے یا جماعت کیلئے قابل فخر ہوتی ہے۔ یہ فخر یقیناً اس شخصیت کے قابل تقلید کردار و عمل، فکر و نظر، تقویٰ و تدین اور فہم و تدبر کی وجہ سے ہی ہوتا ہے۔ ایسی مثالیں بہت کم ہوتی ہیں کہ کسی بڑے شخص کی اولاد بھی اس کی صحیح جانشینی کا حق ادا کرے۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ اپنے خاندان میں واحد فرد تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں میں بہت ممتاز کر دیا تھا۔ انہیں اتنی شہرت اور عزت عطاء کی کہ کئی پشتوں میں اسکی مثال ناپید ہے۔ پورا برصغیر ان کی شخصیت کے سحر کا اسیر تھا۔ لاکھوں انسانوں کو ان کے وجود سے ہدایت ملی اور لاکھوں دل آج بھی ان کی محبت میں دھڑکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطاء کیا تو ایسا کہ جس نے اپنے علم و عمل اور ایثار و کردار سے اپنے خاندان اور اسلاف کا نام روشن کر دکھایا۔ ایسا خوش بخت انسان کہ جس پر ماں باپ اور اساتذہ فخر کرتے اور ان کی علمی صلاحیتوں پر رشک اور ناز کرتے۔

ہمارے مشفق و مربی حضرت مولانا سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ اپنے عظیم والد امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے صحیح معنوں میں جانشین تھے۔ وہ اپنے کردار و عمل میں اسلاف کی تصویر تھے۔ وہ فکر احرار کے سچے وارث وامین اور قبیلۂ احرار کے منفرد شخص تھے۔ انہوں نے ایک بھرپور زندگی گزاری اور حیات مستعار کو تبلیغِ دین کے لئے وقف کئے رکھا۔ حضرت شاہ جی، ۱۳ دسمبر ۱۹۲۶ء کو امرتسر کے محلہ کٹڑہ مہاسنگھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔ والدہ ماجدہ سے تعلیم قرآن کریم کا آغاز کیا اور پھر اپنے وقت کے جید قاری و عالم حضرت قاری کریم بخش رحمہ اللہ سے قرآن کریم حفظ کیا۔

وہ اپنے احوال کے متعلق اکثر فرمایا کرتے:

"حفظ قرآن کریم مکمل کرنے کے بعد اماں جی میری تعلیم کے متعلق بہت متفکر تھیں۔ اباجی اپنے دینی و قومی اور سیاسی مشاغل میں اس قدر مصروف کہ مہینوں گھر نہ آتے اور ایسا بھی ہوتا کہ وہ کسی جلسے میں تقریر سے فارغ ہوئے تو گرفتار ہو گئے۔ مقدمہ چلا، سزا ہوئی اور قید کاٹ کر رہا ہوئے تو گھر آئے۔ ان حالات میں میرا فارغ رہنا اماں جی کیلئے بہت ہی فکر کی بات تھی۔ اباجی کی زندگی تو انگریز کے خلاف جہاد کیلئے وقف تھی۔ ریل اور جیل ان کی زندگی کا حصہ بن گئے تھے۔ سفر اور مسلسل سفر، تقریریں اور پھر جیل ...... گھر میں اماں جی اور میرے حقیقی اور اکلوتے ماموں سید عبدالحمید شاہ بخاری رحمہ اللہ میری نگرانی کرتے۔ میری تربیت میں ان دو شخصیتوں نے نہایت اہم کردار ادا کیا۔

اباجی حسب معمول سفر سے واپس آئے تو اماں جی نے انہیں میری تعلیم کی طرف متوجہ کیا۔ چنانچہ وہ مجھے

ساتھ لیکر دارالعلوم دیو بند پہنچے۔ اسی موقع پر مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا سید حسین احمد مدنی اور دیگر اکابر رحمہم اللہ کی زیارت و ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا۔ مجھے یاد ہے کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے دستر خوان پر ہم سب اکٹھے تھے۔ مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ بہت پر جوش اور انقلابی مزاج کی شخصیت تھے۔ وہ ملک کے سیاسی معاملات میں بعض علماء کی خاموشی اور حکمت عملی کے سخت خلاف تھے اور ان کے اس رویئے کے خلاف برس رہے تھے۔ ان کا ایک جملہ آج بھی کانوں میں گونج رہا ہے۔ مولانا حسین احمد مدنی سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے:

"حسین احمد، میرا جی چاہتا ہے میں ان مولویوں کو بم سے اڑا دوں"

وہ دیوانوں کی طرح یہ جملہ بار بار دہرا رہے تھے اور حضرت مدنی نہایت حلم و بردباری سے مولانا سندھی کی باتیں سن رہے تھے کہ یہ باتیں محض اخلاص اور للّٰہیت پر مبنی تھیں۔ عبید اللہ سندھی کا سچا درد اور دینی انقلاب برپا کرنے کی تڑپ تھی۔ حضرت مدنی جواباً سر ہلاتے اور فرماتے:

"جی حضرت، آپ سچ فرما رہے ہیں ان کا یہی علاج ہے"

اباجی کو حضرات اکابر سے گفتگو میں مصروف پا کر میں دارالعلوم سے ملحقہ قبرستان پہنچ گیا۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ، حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ اور دیگر اکابر کے مزارات پر حاضر ہو کر دعاء مغفرت کی اور پھر اپنے خاندان اور اپنی جماعت مجلس احرار اسلام کے محسن حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہ کی قبر کے پاس بیٹھ گیا۔ زیادہ دیر ہوئی تو میری تلاش شروع ہو گئی۔ اور متلاشی مجھ تک پہنچ گئے۔ میں واپس آیا تو اباجی نے پوچھا، بیٹا کہاں چلے گئے تھے؟ عرض کیا، آپ کے حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے پاس بیٹھ گیا تھا۔ طبعیت ایسی مانوس ہوئی کہ حضرت شاہ صاحب سے جدا ہونے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ حضرت شاہ صاحب فرما رہے ہیں "بیٹا میرے پاس بیٹھے رہو" میں ان کی قبر کے پاس بیٹھ کر بہت دیر روتا رہا اور ان کی جدائی کے احساس میں ڈوب گیا۔ اباجی بہت خوش ہوئے، مجھے دعاء دی "اللہ تمہیں انور شاہ کی گدی پر بٹھائے"

دیو بند سے سہارنپور پہنچے، مظاہر العلوم دیکھا، اباجی نے پوچھا، بیٹا کس مدرسہ میں پڑھو گے؟ عرض کیا دیو بند اور سہارنپور میں تو طبعیت آمادہ نہیں ہو رہی۔ وہاں سے جالندھر پہنچے اور حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ کے مدرسہ خیر المدارس میں حاضر ہوئے۔ میں نے اباجی سے کہا۔ میں اس مدرسہ میں پڑھوں گا۔ اباجی نے حضرت مولانا خیر محمد کو میری اس خواہش سے مطلع کیا تو وہ فرمانے لگے "الحمدللہ، ہماری آرزو پوری ہو گئی"۔ انہوں نے بتایا کہ "میں اور میری اہلیہ دونوں ایک عرصہ سے یہ دعاء کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں شاہ جی کے بیٹے کو دین پڑھانے کی توفیق دے۔ اے اللہ، شاہ جی کا یہ بیٹا ہمیں دے دے۔ آج ہماری دعاء قبول ہو گئی ہے۔"

غالباً ۱۹۴۰ء میں آپ مدرسہ خیر المدارس جالندھر میں داخل ہوئے۔ تعلیم کے آخری سال تقسیم ملک کا معاملہ پیش آگیا۔ چنانچہ ان کا ایک تعلیمی سال ضائع ہو گیا۔ ۱۹۴۸ء میں خیر المدارس ملتان میں منتقل ہوا تو وہ سند فراغ حاصل کرنے والی دورۂ حدیث کی پہلی جماعت میں شامل تھے۔ استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری نور اللہ مرقدہ سے شرف تلمذ حاصل ہوا اور ان کی خاص شفقتوں، عنایات اور توجہات کا مرکز و محور رہے۔ استاذ محترم کے حکم سے خیر المدارس ملتان میں چند برس حدیث، فقہ اور ادب کے اسباق بھی پڑھائے۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے

محلہ کی مسجد عائشہ میں "مدرسہ حریت اسلامیہ" قائم کیا۔ پھر اپنی جگہ مل گئی تو اس میں "مدرسہ احرار اسلام" قائم کیا۔ اسی مدرسہ میں "معاویہ سیکنڈری سکول" بھی قائم کیا۔ آجکل یہاں ابنِ امیر شریعت محسنِ احرار حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ کا قائم کیا ہوا مدرسہ معمورہ شاد و آباد ہے۔ اور یہ جگہ "دار بنی ہاشم" کے نام سے معروف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نہایت اعلیٰ علمی و ادبی ذوق عطا فرمایا تھا۔ اپنے اسی ذوق کی تحریک پر انہوں نے ۱۹۴۹ء میں ایک ادبی تنظیم "نادیۃ الادب الاسلامی" قائم کی۔ انکی علمی وجاہت، وسعت مطالعہ، سحر طراز شخصیت اور بے پناہ صلاحیتوں کی وجہ سے ہر سطح کے لوگ ان سے متأثر ہوئے، اور باشعور نوجوان علماء کا ایک حلقہ ان کے گرد جمع ہو گیا۔ "نادیۃ الادب الاسلامی" میں ایسے ہی لوگ شامل تھے۔ اس تنظیم کے تحت ایک معیاری ادبی مجلہ سہ ماہی "مستقبل" جاری کیا۔ مستقبل میں شامل ان کی نگارشات اور ان کے رفقاء فکر کی تحریری کاوشوں سے ایک زمانہ متاثر ہوا، ایک نسل نے ان کی صلاحیتوں سے استفادہ کیا اور اہل دانش نے خراجِ تحسین پیش کیا۔ پھر سہ روزہ "مزدور" جاری کیا، مزدوروں کے حقوق کے لئے "اسلامک ٹریڈ یونین بنائی" اور اسلام میں مزدوروں کے حقوق و فرائض کے حوالے سے ایک وقیع علمی مقالہ "اسلام اور مزدور" کے عنوان سے لکھا۔ کسانوں کے حقوق کے لئے "اسلامی کسان کمیٹی" بنائی "اسلام اور کسان" کے عنوان سے تحقیقی مضمون لکھا۔ مجلس احرار اسلام کے ترجمان روزنامہ "آزاد" لاہور میں ان کے نثری شہ پارے، نظمیں اور غزلیں شائع ہوتی رہیں۔ احرارا کے ایک اور ترجمان روزنامہ "نوائے پاکستان" کے شعبہ ادارت کے رکن رکین رہے اور ان کی نگارشات اسمیں بھی شائع ہوتی رہیں۔ مولانا مجاہد الحسینی شاہ جی کے رفیق خاص تھے۔ ان کی ادارات میں شائع ہونے والے اخبار "غریب" میں بھی ان کے قلم سے بعض مضامین نکلے ۱۹۵۳ء کی تحریکِ تحفظ ختم نبوت میں روپوش رہ کر کام کرنے والوں میں حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ کے بعد وہ دوسرے آدمی تھے جنہوں نے روپوشی کے ایام میں تحریک کے اسیر رہنماؤں سے جیل میں رابطہ قائم رکھا اور ان کی ہدایات پر عمل پیرا ہو کر تحفظ ختم نبوت کا محاذ سرگرم رکھا۔ حکومتِ پاکستان اپنی ساری کوششوں کے باوجود انہیں گرفتار نہ کر سکی۔ ۱۹۶۰ء میں مرشد گرامی حضرت شاہ عبدالقادر رائپوری قدس سرہ نے خلعت خلافت عطاء فرمائی۔ ۱۹۶۱ء میں حج کی درخواست منظور ہوئی مگر والد ماجد امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی شدید علالت کے باعث سفرِ حج ملتوی کر دیا۔ پھر اپنی شدید خواہش کے باوجود وسائل نہ ہونے کی وجہ سے وہ تمام عمر حج نہ کر سکے۔ ۲۱/اگست ۱۹۶۱ء میں حضرت امیر شریعت کا انتقال ہو گیا۔ مجلس احرار اسلام پر ان دنوں پابندی تھی۔ آپ نے "مجلس خدام صحابہ" کی بنیاد رکھی اور اس کے ساتھ ساتھ جماعت کے شعبۂ تبلیغ "تحفظ ختم نبوت" کے محاذ پر دادِ شجاعت دیتے رہے۔ انہی دنوں ملتان میں ہفتہ وار درس قرآن کریم کا آغاز کیا اور علم و عرفان کے موتی بکھیرتے رہے۔ تب ان کا عہد شباب تھا اور اس دور کے دروس میں نوجوانوں کا ایک جم غفیر ستاروں کی طرح اس ماہتاب علم کے گرد جمع ہو گیا۔ سینکڑوں نوجوانوں کی زندگیاں بدل گئیں اور ان کے افکار و عقائد کی اصلاح ہوئی۔ ۱۹۶۲ء میں سیاسی جماعتوں سے پابندیاں ختم ہوئیں تو مجلس احرار اسلام کی تنظیم نو کے لئے متحرک ہو گئے اس وقت شیخ حسام الدین رحمہ اللہ احرار کے قائد تھے۔ انہی کی قیادت میں بقاء احرار کے لئے سرگرم ہوئے اور اپنی تمام توانائیاں صرف کر دیں۔ تب آپ مجلس احرار اسلام کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔ ۱۹۶۸ء میں آپ نے جماعت کا منشور اور دستور لکھا جو ان کی علمی صلاحیتوں کا شاہکار ہے۔ ۱۹۷۰ء میں جماعت

کا ترجمان پندرہ روزہ "الاحرار" لاہور سے جاری کیا جو آج کل آپ کے فرزند ارجمند برادر محترم حافظ سید محمد معاویہ بخاری حفظہ اللہ کی زیر ادارت شائع ہو رہا ہے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں احرار کی روایات کے شایانِ شان قائدانہ کردار ادا کیا۔ ۱۹۷۵ء میں جماعت کے مرکزی امیر چن لئے گئے اور ۸۲ء تک اس عہدہ پر فائز رہے۔ ۲۶ فروری ۱۹۷۶ء کو دار الکفر والارتداد "ربوہ" کی تاریخ میں پہلی بار اجتماعی طور پر مسلمانوں نے نماز جمعہ ادا کی۔ اُن کی اقتداء میں اور انہوں نے مسلمانوں کی پہلی مسجد، "جامع مسجد احرار" کا سنگ بنیاد رکھا۔ ۱۹۹۰ء میں فالج کا حملہ ہوا، اس کے بعد مسلسل مختلف عوارض کا شکار ہوتے رہے۔ ۱۹۹۴ء اور ۱۹۹۵ء میں بیماری نے شدت اختیار کرلی اور فالج کے تقریباً تین حملوں سے انکی صحت تباہ ہو گئی اور پھر وہ بستر علالت سے اٹھ نہ سکے۔ بالآخر ۲/۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۳/۲۴/ اکتوبر ۱۹۹۵ء، پیر اور منگل کی درمیانی شب دس بج کر چالیس منٹ پر تقریباً ستر برس کی عمر میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ایک آفتابِ علم افق کے اس پار چلا گیا جہاں سے لوٹ کر کبھی کوئی نہیں آیا۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

مولانا سید ابو معاویہ ابو ذر بخاری رحمہ اللہ احرار کی متاع عزیز تھے۔ وہ ایک عظیم مفکر اور جیّد عالم دین تھے۔ شعر و ادب اور خطابت میں انہیں جو مقام و مرتبہ حاصل ہوا وہ اسمیں یکتا تھے۔ انہیں مجلس احرار اسلام سے لازوال محبت تھی۔ وہ مجلس احرار اسلام کو شہداء ختم نبوت کی وراثت اور نشانی سمجھتے تھے۔ ان کا عزم تھا کہ وہ اس چراغ کی لو کو کبھی مدھم نہ ہونے دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے دوستوں کی بے وفائیوں، ہم عصروں کی چیرہ دستیوں اور سازشوں کے علی الرغم احرار کا علم بلند رکھا۔

انہوں نے تصنیف و تالیف کے میدان میں اپنی خداداد صلاحیتوں کے جوہر دکھائے اور پچاس کے قریب چھوٹی بڑی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ تاریخ، علم الانساب، ادب، لغت، سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرتِ ازواج و اصحابِ رسول علیہم الرضوان ان کے خاص موضوعات تھے۔ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے پاکستان میں ۱۹۶۱ء میں یوم معاویہ کا جلسہ منعقد کیا اور اس کے لئے بعض نادان دوستوں اور دانا دشمنوں کی شدید مزاحمت کے مقابلے میں کوہ استقامت بن گئے۔ پاکستان کی تاریخ میں وہ دفاعِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی تحریک کی پہلی، منظم اور طاقتور آواز تھے۔ وہ اپنے مؤقف کے اظہار کے لئے کبھی کسی سے مرعوب نہ ہوئے۔ جس بات کو حق سمجھا اسے بلا خوف تردید بیان کیا۔

جانشین امیر شریعت، قائد احرار، حضرت سید ابو معاویہ ابو ذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ مجلس احرار اسلام کے مرشد بھی تھے اور مجدد بھی۔ وہ احرار بلکہ امت مسلمہ کے فکری محسنوں میں سے تھے۔ اپنے علم و تقویٰ اور جہد و عمل کے حوالے سے وہ خاندانِ امیر شریعت میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان کے ہم عصر تو بہت تھے، ہم سر کوئی نہ تھا۔

میں نے ہوش سنبھالا تو ان کے بال سیاہ تھے اور شعور آیا تو سفید ہو چکے تھے۔ انہوں نے اپنی ستر برس کی حیاتِ مستعار میں سے پچاس برس دین کی تعلیم و تبلیغ میں صرف کئے۔ وہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ جیسے عظیم باپ کے بیٹے تھے اور انہوں نے باپ کے کردار و عمل کو اپنی سیرت میں منعکس کر لیا تھا۔ وہ بجا طور

پر جانشینِ امیر شریعت تھے۔

سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ کو ہم سے جدا ہوئے پانچ برس بیت گئے ہیں۔ وہ زندہ تھے تو زندہ لفظوں میں بولتے تھے۔ آج وہ ہم میں موجود نہیں لیکن ان کے زندہ الفاظ ہمارے کانوں سے ٹکرا رہے ہیں، ہمیں بیدار و خبردار کر رہے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ ان کی تقریروں کی گونج آج بھی سنائی دیتی ہے۔ انہوں نے جو کہا اس پر عمل کیا۔ انہوں نے عقیدۂ توحید بیان کیا، مقام و منصب ختم نبوت پر سیکڑوں تقریریں کیں، منصب ازواج و اصحاب رسول علیہم الرضوان کے دفاع میں ہزار بار خطاب کیا اور ہزاروں صفحات لکھے۔ وہ اصول و عقائد پر کسی سے سمجھوتے کیلئے کبھی تیار نہ ہوئے۔ بعض لوگوں نے اُن کی قرآن فہمی، حدیث شناسی، تاریخ دانی اور ان کی استقامت، شجاعت، علمیت، فقاہت، خطابت، فصاحت و بلاغت، ادبی و شعری کمال، بلند فکری، حسن نگارش، حسن اخلاق اور وسیع الظرفی جیسی طاقتور صلاحیتوں کا اعتراف کرنے کی بجائے ان کا حریف بننا پسند کیا اور اپنی شکست کا یوں اعتراف کیا کہ ان پر پھبتیاں کسیں، اُن کا مذاق اڑایا، اُن کا راستہ روکا حتیٰ کہ گالی گلوچ سے بھی گریز نہ کیا......مگر وہ تو استقامت کا کوہ گراں تھے۔ وہ نہ کسی سے مرعوب ہوئے اور نہ انہوں نے اپنا راستہ چھوڑا۔ وہ اس آگ کے دریا کو مسکرا کر عبور کر گئے اور ان کے پیچھے ایک گلزار کھل گیا۔

اُن کے سانحہ ارتحال سے ملک کے دینی حلقوں کو سخت صدمہ پہنچا۔ خاص طور پر مجلس احرار اسلام کے کارکن اپنے فکری محسن و مربیّ اور قائد کی شفقتوں سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئے۔ اب ہمارے کان ان کی صداء حق سننے کے لئے ہمیشہ ترستے رہیں گے۔ احرار کارکن شاہ جی کی جدائی کے غم سے نڈھال ضرور ہیں مگر یہ ان کا عزم مصمم ہے کہ وہ شاہ جی کے روشن کئے ہوئے چراغِ احرار کو گل نہ ہونے دیں گے۔ اور مکمل عزم و ہمت کے ساتھ حق و صداقت کا علم بلند رکھیں گے (ان شاء اللہ)

سید ابوذر بخاری کے مخاطب صرف "حلقۂ احرار" کے لوگ ہی نہیں تھے۔ وہ سب سے مخاطب ہوئے۔ انہوں نے خطاب نہیں کیا، درس دیا ہے، سبق پڑھایا ہے اور جاہلوں کو علم و شعور اور آگہی سے آشنا کیا ہے۔ سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ اپنے ہم عصروں میں شاید واحد شخص ہیں جنہوں نے اپنے ان پڑھ مخاطبین کو عالم بنا دیا۔ آج میں یہ چند سطور اگر لکھ رہا ہوں تو یہ اسی محسن و مربیّ کا فیض ہے۔ تقریر کرتا ہوں تو یہ انہی کی تقریروں کی سماعت کا اثر ہے۔ وہ اپنے بعد لشکر احرار میں جواں فکر، جواں عزم اور جواں ہمت نوجوانوں کی بہادر فوج چھوڑ کر گئے ہیں۔ وہ اپنی فوج سے الوداع ہوتے وقت بہت مطمئن تھے کہ.........

میرے سپاہی

میرے جوان

میرے وارث

میرے فکر کے امین ہیں، میرے مشن کے مبلغ ہیں، میری جماعت مجلس احرار اسلام کو زندہ رکھیں گے اور پرچم احرار، پرچم ختم نبوت کو سرنگوں نہیں ہونے دیں گے۔

بقیہ 10 پر